بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خيراً يُّفَقِّهْهُ فِي الدّين

فتوای نویسی کے آداب

از رشحاتِ قلم

علامۂ زماں محققِ دوراں حضرت علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر
سجادہ نشین آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

ناشر: ادارہ طلوعِ مہر گولڑہ شریف اسلام آباد

تمام پڑھنے والوں سے عاجزانہ درخواست ھے کہ میرے بچوں کی صحت اور تندرستی کیلئے دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

نیاز مند۔ فاروق حسین گولڑوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ یُّرِدِاللّٰہُ بِہٖ خیراً یُّفَقِّھْہُ فِی الدّین

فتاویٰ نویسی کے آداب

از رشحاتِ قلم

علامۂ زماں محقّقِ دوراں حضرت علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین نصیرؔ

سجّادہ نشین آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف

ناشر: ادارہ طلوعِ مہر گولڑہ شریف اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

قارئینِ کرام! زیرِ نظر رسالہ محققِ دوراں علاّمہٴ زماں حضرت پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی مدّ ظلّہ کی باقاعدہ تالیف نہیں بلکہ یہ مفتیٔ اہلسنّت حضرت علاّمہ مفتی محمّد اسحاق نظیری علیہ الرّحمۃ کے مجموعۂ فتاوٰی پر لکھی گئی تقریظ ہے۔ ادارہ طلوعِ مہر کی گذارش پر قبلہ پیر صاحب زید مجدہٗ نے اجازت مرحمت فرمائی کہ طالبانِ تحقیق کے افادہ کے لیے اِسے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ چونکہ آپ نے اِس مختصر تقریظ میں آدابِ استفتاء و اِفتاء پر بہت جامع گفتگو فرمائی ہے جو اربابِ علم کے لیے بالعموم اور فقہ حنفی کے مستفیدین و متعلّقین کے لیے بالخصوص مُفید ہے اِسی لیے اِس کو کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے طفیل اِس تحریر کو اہلِ اِسلام کے لیے نافع تر بنائے۔

آمین ثم آمین

دُعاؤں کے طلبگار

کارکنانِ ادارہ طلوعِ مہر گولڑہ شریف

اسلام آباد- پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذی مَنَّ عَلَیْنَا فِی البِدایَۃِ بالهِدَایة وَاَنقَذَ نَا من الضَّلالة بمَحْضِ الفیضِ وَالعِنایة وَالصَّلوٰۃ وَالسَّلامُ عَلٰی سیّدنا مُحمّدِ نِ الَّذی هُوَا لوقایة مِنَ الغَوایَةِ وعَلٰی آلِهٖ وَاصحٰبِهٖ ذَوِی الرّوایة وَالدِّرَایَةِ صَلاۃً وّسَلامًا لَا غایة لَهُمَاوَلاَ نِهَایة امّا بعدُ

راقم الحروف عُفی عنہ کو مولٰنا مُفتی محمد اسحاق نظیری علیہ الرّحمۃ مُفتی و مہتمم جامعہ نظیریہ اسلام آباد کے مجموعۂ فتاوٰی کا مسوّدہ اظہارِ خیال کی غرض سے بھیجا گیا، اگرچہ بندہ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد باقاعدہ اور براہِ راست دنیائے تدریس وافتاء سے چنداں منسلک نہیں رہا۔ البتہ اُس کے مطالعاتی دائرے کی وسعت نے اُسے افلاسِ علم سے ضرور بچایا ہوا ہے۔ بہ ایں ہمہ وہ خود کو اِس عظیم ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھتا احباب کے اصرار اور پھر حضرت مفتی صاحب مرحوم کے ناچیز سے اظہارِ خلوص اور اُن کی دینی خدمات کے اعتراف کے حوالے سے چند سطور۔ بقولِ غالبؔ

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالبؔ شعر خود خواہشِ آں کرد کہ گردد فنِ ما

سپردِ قلم کر رہا ہے ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

بندہ نے مفتی صاحب کے افاداتِ قلمیّہ کا جستہ جستہ مطالعہ کیا اور خُوب پایا،

طرزِ استدلال اور اُسلوبِ بیان واضح وشفاف ہے۔ فقہِ حنفی کے معتبر و مُستند مراجع سے اچھی طرح استفادہ کیا گیا ہے۔ دورِ حاضر کے بعض مسائل پر بھی محققانہ انداز میں قلم اُٹھایا گیا ہے۔ اپنے موقف کو دلائل و براھین سے مزیّن ومبرھن کرنے کے ساتھ ساتھ اختصار کا پہلو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ کچھ سوالات کے جواب میں قدرے شدّت بھی محسوس ہوتی ہے، بایں ہمہ دامنِ تحقیق ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا اور ویسے بھی استفتاء کی عبارت کے مطابق ہی مُفتی کو جواب دینا ہوتا ہے تو فتوٰی میں خفیف سی شدّت کو عبارتِ استفتاء کے تناظر ہی میں دیکھنا چاہیئے۔

یہ استفتاء و افتاء قرآنِ مجید میں ذکر کردہ اصطلاحات ہیں، جو تعلیم و تعلّم اور افادہ و استفادہ کی ایک صُورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النّساء میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا!

وَ یَستفتُونک فِی النِّسَآءِ ط قُلِ اللّٰہُ یُفتِیکم فیھنّ ط ترجمہ: اور (اے پیغمبر) عورتوں کے بارے تم سے فتوٰی پوچھتے ہیں، تم فرمادو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اِن کے بارے فتوٰی دیتا ہے۔ دُوسرے مقام پر ارشاد ہوا یَستفتُونکَ ط قُلِ اللّٰہُ یُفتِیکُم فِی الکَلٰلۃِ ط ترجمہ: اے پیغمبر! تم سے فتوٰی پوچھتے ہیں تُم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے فتوٰی دیتا ہے۔ اِسی طرح صحابۂ کرامؓ عُمر بھر حضور علیہ السّلام سے مختلف اُمور میں ہدایت و رہنمائی لیتے رہے اور آپ نے اُنہیں ہر معاملہ میں تعلیم

سے فیض یاب فرمایا۔

آپ کے وصالِ باکمال کے بعد صحابۂ کرامؓ میں خلفائے راشدین کے علاوہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنھم کی ذواتِ جلیلہ سے یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر تابعین وائمۂ مجتھدین کی صُورت میں یہ سلسلۂ فیض چلتا رہا اور فقہائے کرام وعلمائے عظام اِسی تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے فاسئلو آ اھلَ الذّکر اِن کُنتم لا تعلمُون کا معنوی نُور تقسیم فرمارہے ہیں۔ کتاب وسنّت میں علم اور اربابِ علم کا مرتبہ ومقام بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا اور پھر علمائے کرام میں فقہائے اسلام کو خصوصی شرف سے نوازا گیا۔ حدیثِ پاک میں ہے خیارُ اُمّتِی عُلماءُ ھَا وَ خیارُ عُلَمائِھا فُقَھَاءُ ھَا او کما قال علیه الصّلٰوۃ والسّلام اِسی طرح فَقِیهٌ وّ احِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشّیطٰنِ من اَلفِ عَابِدٍ اَو کما قال صلی الله علیه وسلّم مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّمہ ہے کہ فتوٰی دینا بڑا نازک کام ہے اور مسندِ افتاء پر فائز ہونا نہایت حسّاس اور ذمّہ دارانہ معاملہ ہے۔ اِس سلسلہ میں پیش قدمی کرنا یا بیباکی کا مظاہرہ کرنا یا ذراسی کوتاہی برتنا از حد خطرناک ہے ابوداوٗد شریف کتاب العلم میں روایت ہے کہ من افتی بغیر علمٍ کَان اثمه' علیٰ من افتاء ! ترجمہ: جو شخص بغیر علم کے فتوٰی دیا گیا اُس کا گناہ فتوٰی دینے والے پر ہے۔ مسندِ دارمی میں ارشادِ نبوی منقول ہے کہ اجرأکم علی الفتیا

اجرأ کم عَلَی النّار : یعنی فتوی دینے میں سب سے زیادہ دلیر وہ شخص ہے جو جہنم میں جانے میں سب سے دلیر ہے۔ اور متفق علیہ حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ حتّی اِذا لم یبقِ عالماً اتّخذالناس رؤوساً جُھّا لاً، فسئلوا فا فتوا بغیر عِلمٍ فضلّوا وَاَضلّوا (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)

امام الانبیاء نے خبر دی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے پس وہ (جاہل) مسائل پُوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے تو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دُوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

روایاتِ محوّلہ سے معلوم ہوا کہ فتوی دینے کا اہل وہ شخص ہے، جو علم دین رکھتا ہو اور اُسے علم میں درجۂ فقاہت ورُسوخ بھی حاصل ہو۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ فتوی تین شخص دیتے ہیں، ایک وہ شخص جسے قرآن کے ناسخ ومنسوخ کا علم ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ (بطورِ مثال) ایسا شخص کون ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ ایسے شخص حضرت عُمرؓ ہیں۔ دوسرا وہ امیر فتوی دیتا ہے جو ڈرتا نہیں ہے، تیسرا بے وقوف بناوٹ کرنے والا فتوی دیتا ہے۔ (مسندِ دارمی مقدمہ باب ۲۱ بحوالۂ فتوی نویسی کے رہنما اُصول) اللہ تعالیٰ ہمیں اِن پچھلی دو قسموں سے نہ بنائے اور ہمیں ہدایتِ کاملہ نصیب فرمائے (آمین)

یہ بات بھی علمائے محقّقین جانتے ہیں کہ الفتوی وَالتّعلیم فرض کفایة فاذا

استفتی فی حادثة و علم انه٬ لا یجیبُ غیره٬ یلزمه٬ الجواب اما اِذا علم انهٗ یجیبُ غیره٬ لا یلزمهٗ (قواعد الفقه) یعنی فتوی دینا اور مسئلہ کی تعلیم دینا (بتانا) فرضِ کفایہ ہے، جب کسی شخص سے کوئی فتوی پوچھا جائے اور وہ جانتا ہو کہ اُس کے علاوہ یہاں کوئی اور شخص یہ جواب دینے کی اہلیت نہیں رکھتا تو اُسے جواب دینا ضروری ہے اور اگر وہاں اُس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص بھی فتوی (جواب) دینے کی اہلیّت رکھتا ہو تو پھر اُس پر جواب دینا لازم نہیں۔ کیونکہ شوقیہ فتوی نویسی کرنا اور از خود بڑھ چڑھ کر مفتی بننا لائقِ تحسین امر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ اور حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا مَنْ افتی عَن کُلِّ ما یُسئَلُ فھُو مجنونٌ الخ یعنی جو شخص ہر پوچھی گئی بات کا جواب دینا ضروری سمجھے وہ پاگل ہے۔ (بحوالہٗ فتوی نویسی کے رہنما اُصول)

اِسی طرح امام شعبیؒ سے منقول ہے وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ بعض مرتبہ ایسے مسئلہ کے بارے از خود ہی فتوی دے دیتے ہو کہ اگر اُس جیسا مسئلہ حضرت عُمرؓ بن خطّاب کے سامنے پیش آتا تو وہ اُس کا جواب معلوم کرنے کے لیے سارے اہلِ بدر کو جمع فرماتے اور اکیلے اپنی رائے پر اعتماد نہ فرماتے۔ بہت سے علماء کے بارے مروی ہے کہ وہ فتوی دیتے وقت خوف وخشیت کے مارے کانپنے لگتے تھے کہ کہیں مسئلہ بتانے میں غلطی نہ ہو جائے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ کا مشہور مقولہ ہے!

اجسر النّاس علی الفتیا اقلّھم عِلماً: یعنی لوگوں میں فتویٰ دینے پر سب سے زیادہ جسارت وہ شخص کرتا ہے جو اِن میں سے کم علم رکھتا ہو۔ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر علم ضائع ہونے کا خوف اور اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہرگز فتویٰ نہ دیتا، چنانچہ قواعد الفقہ میں بحوالۂ تنقیح موجود ہے کہ۔

کان الاِمامُ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ رُبما لا یُجیبُ عن مسئلۃٍ سَنۃً و قالَ لان یخطیٔ الرّجل عن فھم خیرٌ مِن أن یُصیب بِغیر فھم کذا فی نوازل ابی اللّیث الخ

حضرت امام مالک ؒ کے بارے کُتب میں موجود ہے کہ آپ سے ایک مجلس میں ۴۸ مسئلے پوچھے گئے، جن میں سے ۳۰ مسئلوں کے بارے میں آپ نے بلاتکلّف فرمایا: لآاَدرِی یعنی میں نہیں جانتا اور کبھی کبھی آپ سے یکبارگی پچاس پچاس مسئلے پُوچھے جاتے اور آپ اِن میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہ دیتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ جب کسی شخص سے مسئلہ پُوچھا جائے تو جواب دینے سے پہلے وہ اپنے آپ کو جنّت اور جہنّم پر پیش کرے اور سوچے کہ جہنّم سے چھٹکارا کیسے حاصل کریگا، اِس کے بعد ہی جواب دے۔ اِسی طرح حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل ؒ سے بھی فتویٰ دینے میں نہایت احتیاط منقول ہے۔ اِن تمام واقعات و روایات کے نقل کرنے سے فقط یہی

مقصود ہے کہ منصبِ افتاء کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے اِس راہ میں شوقیہ قدم
بڑھانے کے بجائے شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے بہت ہی حزم واحتیاط کا مظاہرہ کیا
جائے اور جب تک مفتی کومسئلہ تمام ماله' و ما علیه کے ساتھ معلوم نہ ہو، ہرگز فتوی
نہ دے اور لاعلمی کا اظہار کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرے، جیسا کہ اربابِ دِل کا شیوہ
رہا ہے بقولِ شاعرِ فارسی ؎

درراہ چناں رَو کہ قیامت نکنند   باخلق چناں زی کہ سلامت نکنند

درمسجد اگر روی چناں رَو کہ ترا   در پیش نخوانند وامامت نکنند

ترجمہ: راستے میں اِس طرح چل کہ لوگ تیرے لیے کھڑے نہ ہوں، مخلوق میں
زندگی یُوں گزار کہ لوگ تجھے سلام نہ کریں (یعنی گمنام بن کر رہ) اگر تُو مسجد میں جائے تو
یُوں جا کہ تجھے لوگ آگے بُلا کر امام نہ بنائیں۔

نیز متعدّد کتب مثلاً البحر الرّائق کتاب القضاء فصلٌ فی المفتی ، فصلٌ فی
المستفتی فصل اٰداب الفتوٰی الخ عن شرح المهذب للامام النّووی ،
ادب المفتی والمستفتی للعلّامة ابن الصلاح ، اعلام الموقعین عن
ربّ العٰلمین للعلامة ابن القیّم، شرح عقود رسم المفتی للعلامة
خاتمة المحقّقین السیّد محمد امین الشهیر بابن عابدین شامیؒ میں
فتوی نویسی کے اصول وآداب کا خاصا احاطہ کیا گیا ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1. مفتی کا ورع وتقوٰی: ضروری ہے کہ مفتی ورع وتقوٰی، دیانت وامانت اور اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہو، دُنیا سے بے رغبت ہوا اور اپنی ذاتی زندگی میں معاصی ومنکرات بلکہ خلافِ اَولیٰ سے بھی اجتناب کی کوشش کرتا ہو۔

2. مفتی کے شرائط واوصاف: مفتی میں خاص طور پر درجِ ذیل اوصاف ہونے چاہئیں۔ ا۔ عاقل بالغ مکلف ہونا ب۔ درجۂ ثقاہت پر فائز ہونا

ج۔ منکرات ومعاصی سے پوری طرح اجتناب کرنے والا ہونا۔

د۔ بداخلاقی اور بے مروّتی سے محفوظ ہونا۔

ھ۔ طبیعت میں فقاہت، ذہن میں سلامتی واستوا، حافظہ میں قوت اور غور وفکر کی صلاحیت کا ہونا۔

و۔ منفعل المزاج نہ ہو بلکہ حق بتائے، حق کہے، حق لکھے اور حق کے معاملے میں خوفِ مخالفت وملامت نہ کرے۔

3. سوال اچھی طرح سے پڑھے: جب مفتی کے سامنے استفتاء پیش ہو تو سب سے پہلے مندرجہ ومستفسرہ سوال کو غور وفکر اور یکسوئی سے پڑھے، سائل کی مُراد اچھی طرح سمجھے، سوال میں اگر کوئی جُملہ مُجمل، مُبہم یا مشتبہ ہو تو سائل سے اچھی طرح پوچھ گچھ کر کے تحقیق کرے اور اگر عبارتِ سوال میں کوئی فحش غلطی ہو، جس سے فہمِ سوال اور مطابقتِ جواب میں خلل پڑتا ہو تو اُس کی تصحیح کے بعد ہی جواب لکھے۔

4. سوال کے بیچ میں اگر جگہ خالی ہو تو کیا کرے : اگر سائل نے سوال کی سطروں کے درمیان یا آخر میں اِس طرح جگہ خالی چھوڑ رکھی ہے کہ وہاں کسی اضافے کا احتمال ہے کہ بعد میں کچھ بڑھا دیا جائے تو مفتی کے لیے مناسب ہے کہ وہ خالی جگہوں کو نُقطے لگا کر یا کراس لائنیں لگا کر پُر کر دے تا کہ وہ جگہ بعد میں کسی سازش اور فتنہ کا سبب نہ بننے پائے۔

5. فتنہ کا اندیشہ ہو تو زبانی جواب پر اکتفا کرے :اگر مفتی کو معلوم ہو جائے کہ مستفتی کی غرض اصلاحِ حال اور تعلّم واستفادہ کے بجائے فقط فساد بپا کرنا یا محض کسی کی عزّت خراب کرنا ہے۔ یا مفتی یہ سمجھے کہ سائل جواب کو اپنی مرضی کے موافق نہ پا کر بجائے تسلیم کرنے کے ہنگامہ بپا کرے گا، یا اِس کے علاوہ معاشرے میں کسی اور وجہ سے فتوی کے ذریعے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو مفتی فقط زبانی گفتگو اور تعلیمِ مسئلہ پر اکتفا کرے اور فتوی تحریر کر کے نہ دے۔

6. ترتیبِ استفتاء کا لحاظ رکھنا : جب مفتی کے پاس متعدّد استفتاء جمع ہو جائیں تو چاہیئے کہ سائلین یا استفتاءات کی آمد کی ترتیب سے جواب لکھے اور کسی دُنیوی مرتبہ وغرض کے سبب اُمراء یا اربابِ اثر ورسوخ کو مقدّم نہ کرے، جیسا کہ قواعد الفقہ میں بحوالۂ فتاوٰی ھندیہ وغیرہ مندرج ہے۔ من آدابِ المفتی کون المفتی حافظاً للتّرتیب والعدل بین المستفتیِن ولا یمیلُ اِلی الاغنیاء وَالاُمراء

بل یکتب جواب من سبق غنیاً کَانَ اَو فقیراً حتّی یکون ابعد من المیل الخ ہاں اگر کسی مسافر یا عورت یا ایسے شخص کا استفتاء ہو جسے تاخیر کی وجہ سے نقصان ہو سکتا ہو تو اُس کا فتوی پہلے لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

7. جواب لکھنے کی ابتداء اور انتہاء: (الف) مناسب ہے کہ فتوی لکھنے سے پہلے تعوّذ و تسمیہ، حمد و صلٰوۃ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور ربّ اشرَح لِی صَدرِی کی دعا زبانی پڑھ لے۔ (ب) کاغذ کی دائیں جانب سے فتوی لکھنا شروع کرے۔

(ج) سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم یا باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ لکھے۔

(د) تسمیہ کے بعد حامدًا وّ مصلّیاً یا الجواب و باللہ التوفیق جیسے الفاظ لکھے اور اگر دونوں کو جمع کرے تو نُورٌ علیٰ نُورٍ ہے۔

(ھ) جواب کے ختم پر فقط واللہ اَعلَم بالصّواب ، وَاللہ تعالیٰ اعلَم ، واللہ الموفق ، وَ باللّٰہِ التّوفیق جیسے الفاظ تحریر کرے۔

(و) آخر میں اپنے دستخط ثبت کرے۔

(ز) دستخط کے نیچے تاریخ درج کرے تاکہ تقدّم و تأخّر کے معاملے میں کوئی مُشکل درپیش نہ آئے۔

8. تفصیل طلب مسئلہ کا جواب: اگر مسئلہ اپنے اندر مختلف جہتیں رکھتا ہو تو اس کا جواب مطلق نہ لکھے، بلکہ بہتر ہے کہ سائل سے معلوم کرلے کہ اس کو کیا صورت پیش آئی

پھر نئے کاغذ پر (بلکہ اسٹمپ پیپر پر) از سرِ نو صُورتِ مسئلہ لکھوا کر جواب لکھے، اگر یہ نہ ہو سکے تو اس کو چاہئیے کہ ہر صُورت کا حکم الگ الگ بیان کر دے تا کہ مستفتی اپنے پیش آمدہ واقعہ کا انطباق کر کے فتوی پر عمل کر سکے۔

9. جواب قطعی ہو: عام لوگوں کے استفتاء کے جواب میں یہ نہ لکھا جائے کہ مسئلہ میں اختلاف ہے یا اِس میں دو قول ہیں یا اِس میں دو روایتیں ہیں، بلکہ قطعی جواب دینا چاہئیے تا کہ مستفتی مطمئن اور یکسو ہو کر فتوی پر عمل کر سکے اور اگر قطعی علم نہ ہو تو توقف کرے یا کسی بڑے مُفتی کی طرف رُجوع کا مشورہ دے۔ البتہ اگر کوئی اہل شخص مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لیے استفتاء کرے تو اس کے جواب میں مسئلہ کی متعدّد صُورتیں، متعدّد روایتیں اور متعدّد اقوال نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں مگر مُفتیٰ بہ قول کی نشاندہی پھر بھی کر دینا چاہیئے۔

10. جواب واضح ہو: فتوی کی عبارت واضح، فصیح اور صحیح ہو، جسے لوگ بآسانی سمجھ سکیں، مُغلق عبارت لانا یا اشارات وکنایات میں بات کرنا یا فقط قواعد وکلیّات کے اندراج پر اکتفا کرنا مناسب نہیں۔ قواعد الفقہ میں بحوالہٗ مفتاح اُصولِ کرخی اور سراجیہ آیا ہے الواجبُ علی المفتی فی ھذا الزّمان المبالغة فی ایضاح الجواب لغلبة الجھل فلا یجیبُ علی الاطلاق والارسال وکذا یجتنب عن الالغاز لکن ینظر ویتفکر فان کان من جنس ما یفصل من جوابھا

فلیفعل و لیجب حرفا حرفا گویابالکل اختصاراور زیادہ طوالت دونوں سے احتراز کیا جائے نہ اتنی مختصر کہ سمجھنے میں دِقّت ہواور نہ اتنی طویل عبارت کہ اُلجھاؤ پیدا ہو جائے۔ قاضی ابوحامدؒ سے منقول ہے کہ ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا جس کے آخر میں یہ الفاظ تھے یَجُوزُ اَمْ لَا ؟ تو انہوں نے جواب دیا: لَا : وَ باللّٰہ التّوفیق (بحوالہٗ فتوٰی نویسی کے رہنما اُصول)

11. جواب میں دلیل لکھنا : اگر کسی عامی یا بے علم آدمی کو جواب دینا ہے تو دلیل لکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں، بلکہ سوال کے مطابق حُکم لکھ دے۔ البتہ اگر مستفتی نے دلائل طلب کیے ہُوں تو پھر دلائل بھی تحریر کردے، اِسی طرح اگر مستفتی عالم ہے اور استفتاء سے اُس کا مقصد دلائل حاصل کرنا ہے تو دلائل اور حُکمِ شرعی کے مآخذ بھی لکھ دینا چاہییں۔ اگر مفتی کا تعارف علاقہ میں اِس درجہ کا نہ ہو کہ لوگ اس کی بات بغیر دلیل کے مان لیتے ہُوں تو اُسے چاہیئے کہ اپنے فتوٰی میں دلائل اور جزئیات بھی نقل کردے تاکہ اُس کی تحریر وقیع اور معتبر ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کے تجربہ ومطالعہ میں جلا کا باعث بھی بنے۔

12. جواب کی تحریر کیسی ہو : استفتاء کا جواب درمیانے خط میں لکھا جائے، جو نہ تو بہت باریک ہو اور نہ ہی زیادہ جلی، سطروں کے درمیان مناسب فاصلہ ہو نہ اتنا زیادہ کہ درمیان میں کچھ بڑھایا جاسکے اور نہ اِتنی زیادہ گنجان سطریں ہُوں کہ ایک دوسرے

میں گھس جائیں ایک فتوٰی میں ایک ہی سائز کا قلم اور ایک ہی رنگ کی روشنائی استعمال کی جائے،مختلف رنگوں کی روشنائیاں اور مختلف سائز کے قلم استعمال کرنے سے تحریف وزیادتی کا اندیشہ بھی رہتا ہے اور اِس سے مفتی کی نا تجربہ کاری وکورذوقی بھی عیاں ہوتی ہے۔

13. خصومات میں نہ پڑے : مفتی کے سامنے اگر کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا تعلق قضا سے ہو یا اُس کے بارے فریقین کے درمیان نزاع مشہور ہو تو مفتی کو چاہیۓ کہ ایسے مسائل میں نہ اُلجھے اور اپنا قیمتی وقت برباد نہ کرے کہ ہم ماسبق میں اِفتاء کا فرضِ کفایہ ہونا تحریر کرآئے ہیں۔فتاوٰی عالمگیری، مفتاح، اور سراجیہ کے حوالے سے قواعد الفقہ مؤلفہ علامہ مفتی السیّد محمد عمیم الاحسان مجدّدی میں مصرّح ہے کہ و ینبغی للمفتی انْ لا ینازع احدا ولا یخاصمه ولا یضیع اوقاته و علیه ان یشتغل بمصالح نفسه لا بقهر عدوّه الخ

14. معارض ومُعاند کو جواب نہ دے : اگر مفتی کو معلوم ہو جائے کہ مستفتی کا مقصد کسی حکمِ شرعی کو معلوم کرنا نہیں، بلکہ وہ مفتی پر اعتراض اور اسکا امتحان لینے کی غرض سے استفسار کر رہا ہے تو اُسے جواب نہ دے، کیونکہ اس سے کسی دینی فائدہ کی اُمید نہیں ہے۔

15. کن حالتوں میں فتوٰی نہ دے: اگر مُفتی کا دل کسی حادثے، عارضے یا صدمے سے پریشان ہو، قلبی اطمینان نہ ہو، غم واندوہ میں مُبتلا ہو یا غُصّہ کی کیفیت میں

ہوتو فتویٰ نہ دے، سخت بھوک، پیاس، اُونگھ، سخت گرمی یا بول و براز کی حاجت محسوس ہو رہی ہوتو ایسی حالت میں بھی فتویٰ نہ دے۔ بہت زیادہ خوشی کہ جس سے طبیعت میں یک گونہ بے پروائی و بے توجّہی کا عنصر شامل ہو جاتا ہے اور آدمی مسئلہ کی باریکی میں نہیں جا سکتا، ایسے حال میں بھی فتویٰ نہ دے، اِسی طرح ڈر اور خوفِ دُنیوی کی کیفیت میں بھی فتویٰ نہ دے۔ الغرض اِس منصب کی نزاکت و اہمیّت کا تقاضا ہے کہ مفتی کسی بھی ایسی حالت میں فتویٰ نہ دے جس میں طبیعت حاضر اور دِل یکسُو نہ ہو، کیونکہ ایسی حالتوں میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

16. ہاتھوں ہاتھ فوراً جواب نہ لکھے : اگر مفتی کے پاس کوئی استفتاء تحریری آئے چاہے بذریعہ قاصد، ڈاک، یا مستفتی خود حاضر ہو کر اپنا استفتاء پیش کرے اور مسئلہ غور طلب ہو تو مناسب ہے جلدی یا ہاتھوں ہاتھ فتویٰ لکھنے کے بجائے غور وخوض کے لیے کچھ دیر توقّف کرے اور مستفتی کو دُوسرے وقت میں آنے کا کہے اِس لئے کہ جلد بازی میں ہاتھوں ہاتھ جواب لکھنے میں عموماً غلطی واقع ہو جاتی ہے اور بعد میں اِس کا تدارک مشکل ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر دو فریقوں نے متفقہ طور پر مُفتی صاحب سے رجوع کیا، فتوے پر ہی رفعِ تنازعہ موقوف ہے اور پھر مسئلہ بھی آسان ہے تو فوراً بھی جواب دیا جا سکتا ہے۔ البتہ آج کے دور میں جبکہ چند مرلوں، کنالوں اور ایکڑوں کے کیس میں یا چھوٹے چھوٹے دُنیوی معاملات میں مُسلمان مہینوں اور سالوں وکلاء کے

وان کتب لا یکتب علیٰ ما یعلمه، بل علیٰ ما فی السئوال اِلّا ان یقول اِن کَان کذا فحکمه، کذا و امّا القاضی فیجب علیه الحکم بظاهر حال المکلّف ویلزم بما ثبتَ عنده، بالا قرارِ والشّهادة.

18. وراثت کے مسائل لکھنے کا طریقہ : علم الفرائض کی اہمیّت مُسلّمہ ہےاور حدیث شریف میں اسے نصف دین کہا گیا ہے۔ پاکستان میں عدالتوں کے اندر آئینی طور پر وراثت کے کیس شرعی احکام کے مطابق نمٹائے جاتے ہیں۔ جبکہ اِس علم کے ماہرین دن بدن کم ہوتے جارہے ہیں، لہٰذا مفتیانِ کرام کے پیشِ نظر یہ امر رہنا چاہیۓ کہ ترکہ کی تقسیم کے استفتا عموماً پیچیدہ ہوتے ہیں اور وراثت کی تقسیم کے تنازعے میں دونوں فریق اپنی اپنی منشا کے مطابق مستحقین اور ورثاء کی فہرست پیش کرتے ہیں، خاص طور پر جب مسئلہ قدیم ہواور اس میں مناسخہ (المناسخة فی اصطلاح الفرائض نقل نصیب بعض الورثة قبل القسمة الی من یرث منه قال النّسفی " فالمناسخة أن یموت انسان عن مال ورثتهِ فقبل أن یقسم بینهم مات بعضهم فصار نصیبه لغیره فتقسم المیراثان علیٰ انصباء الباقین) کی ضرورت پیش آئے تو معاملہ اورنازک ہوجاتا ہے۔ اِس لیے مفتی کو چاہیۓ کہ وراثت کے متعلّق فتوای کے شروع میں درجِ ذیل قیدیں ضرور لگائے (۱) برتقدیرِ صحّتِ واقعہ (۲) بعد ادائے حقوقِ متقدّمہ علی الارث (۳) وعدمِ موانعِ ارث۔ یا اسی طرح کے اور

احتیاطی الفاظ لکھے اِسی طرح مفتی عنداللہ و عندالنّاس گرفت سے بچ جائے گا۔
اِس کے بعد قواعد کے مطابق مسئلہ کی تخریج کرے اور سب ورثاء کے سہام (حصّے) الگ الگ لکھے۔

19. حوالہ جات لکھنے کا ادب وطریقہ : فتوٰی میں حوالہ جات لکھتے وقت درجِ ذیل اُمور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(الف) حوالہ دی گئی عبارت کو سیاق وسباق کی روشنی میں دیکھ اور سمجھ کر تحریر کریں تحریف وتغییر نہ کریں اور توجیه القول بما لا یرضٰی به القائل سے احتراز کریں

(ب) اگر کسی شخصیّت کے حوالے سے کوئی بات یا عبارت نقل کریں تو وہی قول لکھیں جو اُس کے نزدیک مختار وراجح ہو۔

(ج) جس کتاب کا حوالہ یا عبارت نقل کریں تو اُس کا صفحہ، مطبع، مقامِ طباعت اور سنِ طباعت بھی لکھیں۔

(د) اور کوشش کریں کہ فصل اور باب بھی ساتھ لکھیں تاکہ تحقیق ومراجعت کرنے والوں کو دقت نہ ہو

(و) جب تک مطلوبہ مسئلہ اور حوالے کی عبارت اصل کتاب میں نہ دیکھ لیں تو کسی اور مصنّف کے حوالے سے اُسے نقل نہ کریں۔ اگر بالفرض اصل کتاب مہیّا نہ ہو سکے تو جس کتاب سے حوالہ نقل کریں اُس کا ذکر ساتھ کر دیں مثلاً طحطاوی علی الدّر بحوالۂ فتاوٰی

رضویہ صفحہ فلاں جلد فلاں یا فتح القدیر علی الھدایہ بحوالہ بہارِ شریعت صفحہ فلاں جلد فلاں۔

20. اگر سوال کے کاغذ پر جواب پُورا نہ آئے : آدابِ افتاء میں سے یہ بھی ہے کہ اگر سوال کا پرچہ ایسا ہو جس میں پورا جواب ایک طرف نہ آسکے تو ابتدا ہی سے نیا کاغذ استعمال میں نہ لائے، بلکہ سوال کے بعد متصلاً جواب شروع کر دے۔ اگر کاغذ کا پچھلا حصّہ خالی ہو تو اُس پر جواب لکھّے۔ جب پچھلا حصّہ بھی بھر جائے تو اب نیا کاغذ استعمال کرے اور اگر جواب کسی صفحے کے درمیان ہی میں مکمل ہو جائے تو وہیں اختتام کر دے اور اختتامی الفاظ (جو پہلے ذکر کر دیے گئے ہیں) متصلاً لکھ دے تاکہ کوئی شخص اُن میں کوئی اضافہ وغیرہ نہ کر سکے۔

21. اگر مفتی کو جائے واقعہ پر فتوی کے لئے جانا پڑے : اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آئے کہ مفتی صاحب کو اہلِ علاقہ مدرسہ سے باہر کہیں جائے وقوعہ پر تحقیقِ حال اور استفتاء کے لئے بلائیں تو اوّلاً اِس میں احتیاط کریں کہ اُن کی منصبی ذمہ داری میں یہ چیز شامل نہیں، ہاں اگر کوئی مجبوری ہو اور بحیثیتِ ثالث مفتی صاحب کو علاقے میں جانا پڑے تو وہاں شرعی قواعد و اصول کے مطابق بیانات لینے کے بعد فریقین کے روبرو مسئلہ تعلیم کریں۔ اور اگر اندیشۂ فساد ہو تو پھر بیانات لے کر واپس آجائیں اور فریقین کے ذمہ دار افراد کو مدرسہ میں آکر فتوی لے جانے کا وقت دیں اور پھر یہیں فتوی دیں اِس میں بہت مصالح ہیں۔ (راقم الحروف)

22. اہلِ مجلس کے سامنے فتوی سنانا : مفتی کے لئے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے فتوی کو بطورِ مشورہ علماء اور اہلِ مجلس کے سامنے رکھے اگر چہ وہ اِس کے شاگرد ہی کیوں نہ ہوں اور اگر فتوی میں کوئی بات باعثِ اشکال ہو تو اِس پر نرمی اور انصاف کے ساتھ بحث و مباحثہ کرے اور حق سامنے آجانے پر اُسے قبول کرنے اور اپنے فتوے سے رجوع کرنے میں کوئی تأمّل نہ کرے، فتاوٰی ھندیہ اور قنیہ کے حوالے سے قواعد الفقہ میں ہے کہ اذا اخطأ المفتی فی جوابہٖ رجع وَلا یأتف وَلا یُصرّ علی الخطأ وَ لا یَستکبرُ عن قبو ل الحق وَ ان کَا نَ ممّن دُو نہ ویجب الا علام ان ظھر خطاء ہٗ بیقین الخ

23. مُستفتی کی کٹ حُجتی پر صبر : اگر مُستفتی کم علم، کم عقل یا خوامخواہ بحث کرنے والا ہو تو مفتی کو چاہیئے کہ ڈانٹ پھٹکار کے بجائے نرمی کے ساتھ اُسے مسئلہ سمجھائے اور نرمی کے ساتھ پیش آئے یہ امر نہایت ہی باعثِ اجر و ثواب ہے۔ و کذالا یُؤ اخذُ بسُو ءِ حفظ السائلِ وَ قِلّۃِ فھمہٖ (تکملہ و درِّ مختار بحوالہ قواعد الفقہ صفحہ ۵۸۱)

24. فتاوٰی کی نقل : اپنے فتاوٰی کی نقل (فوٹو کاپی) محفوظ رکھنے کا اہتمام ہونا چاہیئے اِس سے ایک تو اپنا علمی و قلمی سرمایہ محفوظ رہتا ہے، دوسرا بہت سے فتنوں سے بچا جا سکتا ہے۔ علمائے ماسبق کے فتوی کی نقول ہی سے بہت سی کتبِ فتاوٰی ہمارے ہاتھوں میں آج موجود ہیں لہٰذا یہ ریکارڈ رکھنا ضروری ہے۔

25. عورت اور بچّہ کے ہاتھ سے استفتاء خود نہ لے : بعض علماء کا یہ معمول تھا کہ عورت اور بچّے کے ہاتھ سے استفتاء خود نہیں لیتے تھے، بلکہ اپنے شاگردوں یا احباب وخدّ ام کو حکم فرماتے تھے کہ وہ استفتاء وصول کر کے اِن کے پاس لائیں پھر اُس کا جواب لکھتے تھے اُن کا یہ عمل علم کی تعظیم کی بناء پر تھا جو انتہائی ادب کا غماز ہے (بحر بحوالۂ فتوٰی نویسی کے رہنما اصول)

قواعد الفقہ میں بحوالۂ فتاوٰی عالمگیر یہ مندرج ہے و كان بعضهم لا يأخذ الرّقعة من يدِ امرأة وَلا صبيّ و كان لهٔ تلميذ يأخذ منهم و يجمعها و ير فعها فيكتبها تعظيماً للعلم ۔ آج کے دور میں محرّرہ بالا ادب بہت فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے اور علماء کے لئے ایسی احتیاط اُن کے علمی وقار میں اِضافہ کا باعث بھی ہے۔

26. راستہ میں فتوٰی پوچھا جائے تو کیا کرے : اگر مفتی سے سرِ راہ کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو امام ابوبکر اسکافؒ نے فرمایا کہ اگر مسئلہ ظاہر و آسان ہو تو راستے ہی میں جواب دے دے اور اگر مسئلے میں غور و فکر کی ضرورت ہو تو نہ بتائے۔ اور علاّمہ قاسم بن اسلام کا معمول یہ تھا کہ وہ راہ چلتے مسئلہ ہرگز نہ بتاتے تھے اور مستفتی کتنا ہی اصرار کرتا اُسے ٹال دیتے تھے اور فقیہ ابواللّیث نے اِس بارے میں یہ مشورہ دیا ہے کہ اوّلاً تو مفتی کو راہ چلتے مسائل نہیں بتانے چاہییں لیکن اگر مستفتی زیادہ اصرار کرے تو بتا دینے

چاہییں (بحر بحوالہ فتوی نویسی کے راہنما اُصول) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصایا میں اپنے شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جو وصیتیں فرمائیں جن کا ذکر عنقریب آیا چاہتا ہے اُن میں آپؒ نے امام ابو یوسفؒ کو راہ چلتے ہوئے کسی کی آواز پر رُکنے یا مسائل پر بحث کرنے سے منع فرمایا ہے۔

27. محض مطالعہ سے فتوی دینا جائز نہیں : اگرچہ ماسبق میں ہم نے مفتی کے اوصاف اور شرائط ذکر کر دیئے ہیں مگر درجِ ذیل تحریر اِس سلسلے کی آخری کڑی اور تکملہ کے طور پر لکھی جا رہی ہے۔ علامہ ابنِ حجر مکیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے، اُس نے کسی اُستاد سے باقاعدہ علمِ فقہ حاصل نہیں کیا اور وہ اپنے مطالعہ کے زور پر فتوی دیتا ہے تو کیا اُس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ایسے شخص کے لیے کسی بھی صُورت فتوی دینا درست نہیں، کیونکہ وہ عامی جاہل ہے، اُسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے بلکہ جو شخص معتبر اساتذہ سے علمِ فقہ حاصل کرتا ہے اُس کے لیے بھی ایک دو کتابیں دیکھ کر فتوی دینا جائز نہیں اور امام نوویؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ دس بیس کتابیں دیکھ کر بھی فتوی دینا جائز نہیں، کیونکہ اتنے آدمی بھی کبھی ایسے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں، جو مذہب میں ضعیف ہوتا ہے اور ضعیف قول میں تقلید جائز نہیں۔ ہاں جو شخص فقہ کا ماہر ہے، جس نے معتبر اساتذہ سے علمِ فقہ حاصل کیا اور اُس میں فقہ کا فطری ذوق بھی ہے، اُسے فقہ کا ملکہ بھی حاصل ہو گیا ہے، وہ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز بھی کر

سکتا ہے اور مسائل اور اُن کے متعلقات کو قابلِ اعتماد طریقہ پر جان بھی سکتا ہے، ایسا شخص لوگوں کو فتوٰی دے سکتا ہے۔ اور وہ اِس قابل ہے کہ لوگوں کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنے۔ اور جو شخص ایسا نہیں ہے اِس کے باوجود اِس منصبِ شریف پر چڑھنے کی کوشش کرے تو اُس کو ایسی عبرتناک سزا دینا چاہیئے اور ایسی سخت سرزنش کرنا چاہیئے کہ وہ سزا دوسروں کو ایسی حرکت کرنے سے باز رکھے، کیونکہ ایسے شخص کے مفتی بننے میں بے شمار مفاسد ہیں واللہ تعالیٰ اعلم انتھیٰ (شرح عقود رسم المفتی للعلّامہ ابنِ عابدین شامیؒ ص9 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

28. مفتی کا بابصیرت اور واقفِ عُرف ہونا ضروری ہے : یہ ضروری ہے کہ مفتی ذی رائے ہو، درست فکر رکھتا ہو اور شریعت کے قواعد سے واقف ہو، تاکہ معتبر عُرف جس پر احکام کا مدار رکھنا درست ہے اور غیر معتبر عرف میں امتیاز کر سکے، کیونکہ متقدمین نے مفتی کے لئے اجتہاد کو شرط قرار دیا ہے اور یہ بات ہمارے زمانے میں مفقود ہے اس لئے کم از کم یہ شرط تو ہونا چاہیئے کہ مفتی مسائل کو اُن کی قُیود و شُروط کے ساتھ جانتا ہو، کیونکہ فقہاء بارہا شرائط و قیود چھوڑ دیتے ہیں اور فقہ کے طالب علم کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اُس کی تصریح نہیں کرتے۔ اِسی طرح ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کا عُرف جانتا ہو اور اہلِ زمانہ کے احوال سے واقف ہو اور اس سلسلہ میں اُس نے کسی ماہر استاد کے پاس رہ کر واقفیت حاصل کی ہو (شرح عقود رسم المفتی ص39)

امام صاحبؒ کے وصایا اور ہدایات جو امام ابو یوسفؒ کے لئے تحریر فرمائیں:

سلطانِ وقت کے ساتھ تعلّقات و مراسم : بادشاہ کے پاس بہت کم آمدورفت رکھنا' اُس سے ہر وقت اس طرح پُرخطر رہنا' جیسے انسان آگ سے احتیاط کرتا ہے **ولا تظهر من نفسک التقرّب الی السلطان وان اقرّبک فانّه یرفع الیک الحوائج فاِن قُمتَ اهانک واِنْ لم تَقُمْ اعابک** یعنی ازخود بغیر کسی مجبوری کے بادشاہ کے پاس نہ جانا، تا کہ اپنا اعزاز و وقار قائم رہے' اگر اتفاق سے دربار میں ایسے لوگ موجود ہیں' جن سے تم کو واقفیّت نہ ہو تو اور بھی پرہیز کرنا، کیونکہ جب تمہیں اُن کا رتبہ معلوم نہیں تو ممکن ہے کہ مخاطبت اور گفتگو میں اُن سے جو برتاؤ کیا جائے اُن کی شان کے مناسب نہ ہو۔ اگر وہ تم سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں اور تم نے اُس کا لحاظ نہیں کیا تو بے تمیزی سمجھی جائے گی اور اگر معمولی آدمی ہیں اور تم نے اُن کی زیادہ تعظیم وتکریم کر دی تو بادشاہ کی آنکھ میں تمہاری ذلّت ہو گی۔ اگر تم کو عہدۂ قضا پر مقرّر کرنا چاہے تو پہلے دریافت کر لینا کہ وہ تمہارے طریقۂ اجتہاد سے موافق ہے یا نہیں، ایسا نہ ہو کہ سلطنت کے دباؤ سے تم کو اپنی رائے کے خلاف عمل کرنا پڑے' جس عہدے اور خدمت کی تم میں قابلیّت نہ ہو اُس کو ہرگز قبول نہ کرنا۔

بادشاہ کی عزّت، حرمت اور توقیر کے ساتھ ساتھ اظہارِ حق گوئی کے متعلق فرماتے ہیں کہ واذا رأیت من سلطانک مالا یوافق العلم فاذکر ذلک مع طاعتک ایّاہ یعنی بادشاہ سے اگر کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو تو صاف کہہ دینا کہ گو مَیں عہدۂ قضا کے لحاظ سے آپ کا مطیع ہوں تاہم آپ کو آپ کی غلطی پر مطّلع کرنا میرا فرض ہے اگر وہ پھر بھی نہ مانے تو تنہائی میں سمجھانا کہ آپ کا یہ فعل قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ کے خلاف ہے، اگر سمجھ کر قبول کر لے تو خیر، ورنہ خدا سے دعا کرنا کہ اِس کے شر سے تم کو محفوظ رکھے اور خبردار اپنا گھر کبھی بادشاہ کے گھر کے قریب نہ بنانا۔

ذکرِ موت : موت کو یاد کیا کر، اپنے اساتذہ وشیوخ کے لئے دعا کیا کر، تلاوتِ قرآن، زیارتِ قبور، مشائخ وصلحاء اور مقاماتِ متبرّکہ کی زیارت اکثر کیا کر، ولا تُجالس اَحدًا مِن اھل الھواء اِلّا علی سبیل الدّعوۃ الی الدین۔ دُنیادار اُمراء اور خواہش پرستوں کے ساتھ نہ بیٹھا کر، مگر اِس نیت سے کہ تو اُن کو دین کی طرف راغب کر لے گا۔

ولا تکثر اللّعب والشّتم. کھیل، کود اور سبّ وشَتم دینے سے بچنا۔ واذا اذن المؤذّن فتأھب لد خولِ المسجد کَیْلا یتقدّم علیک العامۃ ۔ اور جب اذان دی جائے تو مسجد میں جانے کے لیے جلدی کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام النّاس تجھ سے پہلے حاضر ہو جائیں اور تو سُستی کرتا رہے۔ وَایاک والبُخل فانّہ' یبغض بہٖ

المرءُ. بُخل سے بہت بچنا، کیونکہ یہ بندے کی شخصیت کو ناپسندیدہ بنا دیتا ہے۔ عام آدمیوں اور خصوصاً دولت مندوں سے کم میل جول رکھنا، ورنہ اُن کو گمان ہوگا کہ تم اُن سے کچھ لالچ رکھتے ہو اور اِس خیال سے وہ رشوت دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بازار میں جانا، دکانوں پر بیٹھنا، راستہ یا مسجد میں کوئی چیز کھالینا، سقایات یا سقاؤں کے ہاتھ سے پانی پی لینا، اِن باتوں سے سخت پرہیز کرنا۔ کوئی شخص مسئلہ پوچھے تو صرف سوال کا جواب دینا اپنی طرف سے کچھ مت بڑھانا۔

عقائد کے متعلق عوام سے گفتگو نہیں کرنا چاہیئے۔ شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت کے ساتھ پیش آؤ کہ عام دیکھنے والا آدمی سمجھے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔ عام اور معمولی رتبہ کے لوگ مناظرہ کرنا چاہیں تو احتراز کرو، کسی شہر میں جانا ہو تو وہاں کے علماء وفضلاء سے اِس طرح ملو کہ رقابت کا خیال نہ گزرے۔ علمی گفتگو چلے تو جو بات کہو خوب سوچ کر کہو اور اُسی موضوع پر بات کرو، جس پر تم دلائل کا ذخیرہ رکھتے ہو۔ مناظرے کے وقت نہایت جرأت واستقلال سے کام لو، ورنہ اگر دِل میں ذرّہ بھی خوف ہوگا تو خیالات پراگندہ ہو جائیں گے اور زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو جائے گی۔

جو لوگ آدابِ مناظرہ سے واقف نہیں یا فقط اظہارِ برتری اور تیری شرمندگی و شکست کے لیے مناظرہ کرنا چاہیں تو ایسوں سے گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ مناظرہ کے وقت غصہ بالکل نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی تجھ سے فتوی لینے آئے تو اُسے

جھاڑنا نہیں چاہیے اور نہ ہی اُس سے مناظرہ چھیڑ کر جھگڑنا چاہیے، بلکہ واضح دلائل کی روشنی میں مسئلہ تعلیم کرنے پر اکتفا کرنا چاہیے۔

ہنسنا کم چاہیے' زیادہ ہنسی سے دِل افسردہ ہو جاتا ہے، جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو۔ کوئی شخص جب تک سامنے آ کر نہ بلائے کبھی جواب مت دو، کیونکہ پیچھے سے پکارنا جانوروں کا کام ہے راستہ چلو تو دائیں بائیں نہ دیکھو، سامنے دیکھ کر سیدھا چلو۔ حمّام میں جاؤ تو دوسرے لوگوں سے زیادہ اُجرت دو۔ صبح اور دوپہر کے وقت حمّام میں مت جاؤ، گفتگو میں سختی نہ برتو۔ آواز بلند نہ ہونے پائے، کوئی چیز خریدنا ہو تو خود بازار نہ جاؤ، نوکر بھیج کر منگوالو۔ ہر بات میں تقوٰی اور امانت کو پیشِ نظر رکھّو، خدا کے ساتھ دِل سے وہی معاملہ رکھّو، جو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہو۔ نماز میں جب تک لوگ تمہیں خود امام نہ بنائیں، امام نہ بنو، جو تم سے ملنے آئے اُس سے علمی گفتگو کرو اگر وہ اہلِ علم ہونگے تو فائدہ اُٹھائیں گے، ورنہ کم از کم اُن کو تم سے محبّت تو پیدا ہوگی۔'' (انتہیٰ)

قارئین کرام! کسی فارسی استاد شاعر نے اپنی ایک رباعی میں آداب وشرائطِ افتاء کا خلاصہ بیان کیا ہے' جس کا ذکر خالی از لطف نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

خواہی کہ میانِ خلق قاضی باشی — باقی باشی گہے کہ ماضی باشی
با خلقِ خدا حُکم چُناں کُن کہ اگر — آں با تو کند کسے' تو راضی باشی

قارئینِ گرامی! دیگر علمی وادبی اور پھر خانقاہی مصروفیات کے باعث ہر چند میرے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ فتوٰی نویسی اور اُس کے آداب جیسے نازک فقہی موضوع پر کچھ تحریر کروں، مگر مولٰنا نظیری مرحوم کی علمی کاوشوں کو دیکھتے ہوئے وقت نکالا اور مختصر انداز میں آدابِ فتوٰی نویسی سے متعلّق ایک علمی مواد آپ کی نذر کر رہا ہوں۔ اُمّید ہے کہ اگر اربابِ علم اِس کا بغور مطالعہ فرمائیں گے تو ناچیز کے مندرجات اُنہیں ضرور فائدہ پہنچائیں گے۔ احقر کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیئے گا۔

خادمُ العلماءِ الرّاسخین

نصیر الدّین نصیرؔ کان اللّٰہ لہٗ

از درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

یکم جنوری 2006ء